ڈاکٹر ظہور الدین احمد

کتابتِ قرآنِ مجید عہدِ نبوی میں

عنوانِ بالا کے تحت ڈاکٹر سید سعید اللہ کا ایک مقالہ مجلہ المعارف، لاہور، شمارہ فروری و مارچ ۱۹۷۶ء نظر سے گزرا۔ فاضل مقالہ نگار کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن تختیوں، ہڈیوں، پتھر کے ٹکڑوں کھجور کے ڈنٹھلوں اور پتلی جھلی کے ٹکڑوں پر لکھا جاتا تھا۔ قرآن لکھا تو پورا گیا لیکن متفرق اجزا کی صورت میں تھا۔ رسولِ اکرمؐ نے اسے کتاب یا مصحف کی صورت میں مدون نہیں کیا۔ بعد میں ابو بکر صدیقؓ کے حکم سے زید بن ثابت کے توسط سے کتابی صورت میں جمع کیا گیا۔ مقالہ نگار کے الفاظ یہ ہیں:

"حضرت ابو بکر صدیق کے عہدِ خلافت کے ابتدا میں ہر ہر مقام کی تمام آیات اپنی اپنی صورت میں جمع کی گئیں اور تمام سورتوں کو مصحف میں یکجا کیا گیا اور پھر حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں اس مصحف سے مصاحف لکھے گئے۔" (ص ۳۲)

جب حضرت زید بن ثابت کو جمع قرآن کے لیے کہا گیا تو انھوں نے کہا:

"واللہ۔ مجھ کو ایک پہاڑ اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینے کا حکم دیتے تو یہ بات مجھ پر اتنی گراں نہ ہوتی جس قدر قرآن کے جمع کرنے کا حکم مجھ پر شاق گزرا۔ اور میں نے کہا۔ تم وہ کام کس طرح کرتے ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔" (ص ۳۵)

جمع و تدوین کے وقت یہ شرط لگائی گئی کہ ہر شخص کتاب اللہ کا کوئی حصہ لائے۔ وہ اس کے لیے دو گواہ بھی پیش کرے تو پھر اس کو لکھا جائے۔ آخر ایک جگہ یہ دشواری آپڑی کہ سورہ توبہ کی آخری دو آیات کے لیے صرف ایک گواہ ہی میسر آیا یعنی خود حضرت خزیمہ انصاری۔ آخر اس مشکل کو یوں حل کیا کہ رسول اللہؐ نے خزیمہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا تھا۔ اس لیے وہ آیات قبول کر لی گئیں۔

ایک غیر جانب دار قاری جب ان بیانات کو پڑھتا ہے تو اس کے دل میں حفاظتِ قرآن کے متعلق

شکوک کا ابھرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ قرآن کے متعلق خدا نے خود کہا ہے: ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ خدا نے خود اس کے جمع کرنے، پڑھانے اور حفاظت کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ۔ نزلنا الذکر وان لہ لحافظون۔ پھر قرآن کو خود کتاب کہا گیا ہے۔ اور کتاب کا اطلاق متفرق اجزا پر نہیں ہوتا۔ شیرازہ بند اجزا پر ہوتا ہے ایک قرآنی شہادت اور موجود ہے کہ یہ "کتاب مسطور فی رق منشور ......" یعنی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ جھلی کے بنے ہوئے کاغذ میں محفوظ ہے۔ ان شواہد کے پیش نظر قرآن کے متعلق صحیح عقیدہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا ایک اساسی نسخہ لکھ کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ صحابہ کو حفظ کرواتے تھے۔ وفات کے وقت رسول خداؐ امت کے لیے ایک جامع و مکمل نسخہ چھوڑ گئے تھے۔ اس نسخے کی نقلیں صحابہ کے پاس بھی موجود تھیں اور تمام قرآن ان کے سینوں میں بھی محفوظ تھا۔

مخالفین دین اسلام نے دین کی اصل جڑ پر کلہاڑا چلانے کے لیے بعد وفات رسولؐ جمع و تدوین قرآن کی روایات وضع کیں اور متن قرآن یقینی اور غیر محفوظ ہونے سے متعلق شک وشبہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ اسی قسم کے شکوک کی بنا پر ابن ابی داؤد جیسے بزرگوں نے کتاب المصاحف جیسی کتاب لکھی جس میں صحابہ کے مکتوبہ قرآنوں میں آیات کے اختلافات بتائے گئے ہیں۔ بعض جگہ قرآنوں کا اختلاف اور بعض جگہ مرادف اور متخالف الفاظ کا استعمال دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کے ہ کا سماعیب ہونے کو مشکوک بنا دیا گیا ہے۔

اس قسم کی وضعی روایات کی تحقیق و تفتیش ہو چکی ہے۔ حیرت ہے کہ ڈاکٹر سید سعید اللہ کی نظر سے وہ تحقیق نہیں گزری۔ وہ تو یقیناً قرآنی علوم پر گہری نظر رکھتے ہوں گے۔ میں مندرجہ ذیل مقالات کی طرف ان کی توجہ دلاتا ہوں تاکہ وہ خود مطالعہ کر کے اپنی اس تحقیق پر نظر ثانی کر لیں۔

۱۔ صحاح کی احادیث جمع قرآن اور ان کی بے لوث تنقید۔ علامہ تمنا عمادی، مطبوعہ مجلہ طلوع اسلام، شمارہ اگست و ستمبر ۱۹۵۲

۲۔ قرآن کریم روایات کے آئینے میں، مطبوعہ طلوع اسلام، نومبر ۱۹۵۲ء

۳- استواء المصحف، تمنا عمادی، طلوعِ اسلام، جنوری ۱۹۵۲ء

۴- شہادة الفرقان علی جمع القرآن، عطاء اللہ، طلوعِ اسلام، نومبر و دسمبر ۱۹۵۸ء

ایک اور عقیدے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، مقالہ نگار نے مندرجہ ذیل آیت نقل کر کے استدلال کیا ہے کہ رسولِ خداؐ لکھنا نہیں جانتے تھے:

ولا تخطه بيمينك اذا لارتاب المبطلون: نہ آپ ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی صورت میں یہ جھوٹے لوگ شبہے میں پڑ جاتے۔ مقالہ نگار نے آدھی آیت نقل کی ہے اور اس کا پہلا حصہ چھوڑ دیا ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے: وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه ..... (یعنی اے پیغمبرؐ تم اس سے پہلے (نزولِ قرآن) کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔

اس آیت کے مطابق یہ امکان نکلتا ہے کہ نزولِ قرآن سے پہلے تو وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ بعد میں انھوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا ہوگا۔ اگر یہ امکانی صورت ملحوظ نہ ہو تو "من قبلہ" بالکل زاید سمجھا جائے گا۔ رسولِ خداؐ کا فرمان ہے: طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة۔ علم سے مراد قلم سے سیکھنا بھی ہے۔ علم بالقلم، قرآنی شہادت ہے، جب وہ دوسروں کے لیے علم حاصل کرنا فرض جانتے تھے تو یقیناً انھوں نے خود بھی اس پر عمل کیا ہوگا۔ ازواجِ مطہرات تک لکھنا پڑھنا جانتی تھیں اور قرآنی صحائف کو دیکھ کر پڑھنا بھی لازمی تھا۔ اس لیے یہ اغلب ہے کہ رسولِ خدا نے بھی لکھنا پڑھنا سیکھا ہو، اس طرح انھیں کاتب کو وحی لکھنے میں معاونت کرنے اور آیات کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کے لیے رہنمائی میں سہولت ہوتی ہوگی۔ اس نکتہ کے پیشِ نظر رسولِ خدا کے متعلق اس قسم کا نظریہ نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔